

بونی اور جہاں آراء

مہابت خان، کرشناوڈری، عثمان علی، جے سنگھ، جگجیت سنگھ، عمارزالہ، اندراد یوی اور مادھو سنگھ کے نام سنکر آپکے ذہن میں کیا تاثر آتا ہے۔ شاید ناوے فیصد لوگوں کیلئے یہ تمام نام مکمل طور پر اجنبی ہوں۔ کسی انسیت کے بغیر صرف اور صرف چند الفاظ۔ گنے چنے لوگ جنہیں برصغیر کی تاریخ سے شغف ہو، ان گنا ناموں کو جانتے ہوں۔ مگر صاحبان! یہ وہ لوگ تھے جو برصغیر میں لوگوں کی قسمتوں کے مالک تھے۔ انکے جاہ و جلال سے لوگ تھر تھر کانپتے تھے۔ انکی دولت کا اندازہ لگانا تقریباً ناممکن تھا۔ برصغیر کے یہ راجہ، مہاراجہ کس قدر شان و شوکت کے مالک تھے، آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر نکتہ یہ ہے کہ محض سات سے دس دہائیاں قبل کے زمینی خداؤں کو آج کوئی نہیں جانتا۔ کوئی نہیں پہچانتا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات، کہ کوئی بھی ان لوگوں یا ان سے منسلک خاندانوں پر غور کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بے نام سے لوگ اپنی زندگی میں کیا لگتے تھے اور آج کیا ہیں۔ یہ سب کچھ اسلیے کہ پاکستان کے دولت مند ترین، اہم ترین اور طاقتور ترین خاندان سمجھ سکیں کہ صرف اور صرف دو تین دہائیوں کے بعد وہ بھی مکمل طور پر بے نام ہونگے۔ انکی قبریں بھی ترسیں گی کہ مہینوں میں کوئی تو دعا کرنے کیلئے آجائے۔ کوئی توفاتحہ پڑھے۔ بیابان اور اندھیرہ میں ابدی نیند سوائے ہوئے آج کے زمینی آقا بالکل اسی قدرتی عمل سے گزریں گے جو ان سے پہلے کے اہم ترین لوگوں کا مقدر تھا۔

نواب مہابت خان، جونا گڑھ ریاست کا آخری حکمران تھا۔ اسکی مجموعی دولت تین سے آٹھ بلین ڈالر کے برابر تھی۔ ہوسکتا ہے کہ خزانہ، محل، قلعہ اور ہیرے جواہرات ملا کر اس سے بھی زیادہ ہو۔ نواب صاحب کے شوق ملاحظہ فرمائیے۔ آٹھ سو پالتو کتے رکھے ہوئے تھے۔ ہر کتے کیلئے ایک الگ کمرہ اور ملازم تھا۔ کمرے میں ایک ٹیلیفون بھی موجود تھا۔ مہابت خان کے تمام کتوں کو شاہی خلعت پہنائی جاتی تھی۔ گلے میں رسی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ بیش قیمت ہیروں کا ایک ہار موجود ہوتا تھا۔ مہابت خان جس بیش قیمت جانور کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھتا تھا، اسکا نام جہاں آراء تھا۔ نواب کی سرکاری تصویر میں نواب سونے سے مزین ایک کرسی پر بیٹھا ہے اور جہاں آراء، ہیروں سے آراستہ ہو کر اسکے قدموں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ جہاں آراء کسی خوبصورت کنیریا کسی شاہی بیگم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک کتیا تھی۔ نواب نے اسکی شادی بونی نام کے ایک کتے سے کروائی۔ یہ شادی شاہانہ رسم و رواج سے ہوئی۔ جوڑے کو چاندی کی پاکی میں دربار میں لایا گیا۔ درباریوں نے انہیں سلامی دی۔ قیمتی تحفے تحائف دیے گئے۔ وائس رائے ہند، لارڈ اردن کو بھی اس شاہی شادی کا دعوت نامہ بھجوایا گیا۔ کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ نواب مہابت خان نے ان تقریبات پر کتنے پیسے خرچے۔ شادی پر تین لاکھ بائیس ہزار روپے صرف ہوئے۔ آج کے حساب سے یہ چار کروڑ روپے بنتے ہیں۔ شادی والے دن، ریاست میں عام تعطیل کا اعلان کیا گیا تھا۔ جونا گڑھ کے بادشاہ کے سچے واقعات افسانوی حد تک عام تھے۔ جونا گڑھ کے شرفاء اور درباری، پالتو کتوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ بادشاہ ان سے خوش رہے۔ دوسری طرف جونا گڑھ کی عوام حد درجہ غربت میں سانس لے رہی تھی۔ بھوک، مفلسی، تعلیم کی کمیابی اور معاش کے جائز طریقے ہر لحاظ سے مفقود تھے۔ عام لوگ بادشاہ کے محبوب جانوروں سے بھی نچلی سطح پر بے کسی سے سانس لے رہے تھے۔ نواب

مہابت خان کے جانوروں کیلئے اعلیٰ ہسپتال تھا، جس میں انگریز ڈاکٹر تھے، مگر عوام کیلئے شفاء خانے نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ راجہ جو اپنے جانوروں کی شادیوں پر کروڑوں روپے خرچ کرتا تھا، آج اسکا خاندان کہاں ہے۔ کس حال میں ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ قدرت کے قانون نے اس شخص کو اپنی جاہ و حشمت سمیت تاریخ کے گننام تابوت میں بند کر دیا ہے۔

بالکل اسی طرح الور، کابادشاہ جے سنگھ ایک تاریخی کردار تھا۔ جے سنگھ گرمیوں کی چھٹیاں لندن میں گزارتا تھا۔ اسکے ہمراہ اسکی بیگمات، کنیریں، خادموں کی ان گنت قطاریں اور ساز و سامان کے ہوائی جہاز جاتے تھے۔ ایک دن جے سنگھ لندن کی سڑک پر پیدل سیر کر رہا تھا۔ شاہی خلعت اور ہیروں کی بیش قیمت مالا گلے میں پہن رکھی تھی۔ اچانک جے سنگھ کی نظر دنیا کی قیمتی ترین گاڑی، رولز راس کے شوروم پر پڑی۔ شوروم میں داخل ہو کر اسے ایک گاڑی پسند آگئی۔ وہاں ایک انگریز سیلز مین کام کر رہا تھا۔ جے سنگھ نے گاڑی کی قیمت دریافت کی۔ بوڑھے انگریز کا سوال تھا، کہ یہ بہت قیمتی کار ہے۔ کیا آپ اسے خرید سکتے ہیں؟ جے سنگھ کو یہ سوال اس قدر ناگوار گزارا کہ غصے سے کانپنا شروع ہو گیا۔ دیوان کو حکم دیا کہ شوروم پر جتنی رولز راس گاڑیاں موجود ہیں، فوری طور پر خرید کر الور پہنچائی جائیں۔ حکم کے تحت تمام گاڑیاں خریدیں گئیں اور دخانی جہاز کے ذریعے ریاست پہنچادی گئیں۔ بادشاہ نے برصغیر واپس آ کر حکم دیا، کہ تمام گاڑیاں، صفائی کرنے والے ادارے کے حوالے کر کر دی جائیں اور ان سے کوڑا اٹھوانے کا کام لیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دنیا کی مہنگی ترین گاڑیوں کو کچرا اٹھانے پر معمور کر دیا گیا۔ پورے برطانیہ میں کہرام مچ گیا، کہ جو گاڑی برطانیہ میں ملکہ اور لارڈ استعمال کرتے ہیں، وہ الور میں گندا اٹھانے کا کام کر رہی ہیں۔ جے سنگھ کی انا اس قدر بلند تھی کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ جے سنگھ نے برطانیہ کے اندر کہرام کو قطعاً اہمیت نہیں دی۔ حکومت برطانیہ نے کمپنی کے مالک کو حکم دیا کہ وہ الور جائے اور بادشاہ سے ذاتی طور پر معافی مانگے۔ مرتا کیا نہ کرتا، رولز راس کمپنی کا مالک ہندوستان آیا۔ الور پہنچا اور جے سنگھ سے باضابطہ معافی مانگی۔ جے سنگھ اس درجہ انا پرست تھا کہ حکم دیا کہ تحریری معافی دربار میں سب کے سامنے مانگی جائے۔ سب کچھ ایسے ہی ہوا۔ جیسے بادشاہ چاہتا تھا۔ بھرے دربار میں مالک نے لکھ کر معافی نامہ جمع کروایا۔ اسکے بعد برطانوی تاجر کو معاف کر دیا گیا۔ جے سنگھ کی شخصیت میں خود پسندی اور تکبر اس قدر تھا کہ دربار میں اسکی مرضی کے بغیر ایک لفظ نہیں بولا جاتا تھا۔ جو وہ کہتا تھا، پوری ریاست میں وہی قانون بن جاتا تھا۔ مگر تدبر کیجئے۔ چند ہائیاں پہلے کے، تکبر، دولت اور خود پسندی کے فرعون کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ کوئی بھی شخص جاننے کیلئے چاہت ہی نہیں رکھتا۔ ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا۔ جے سنگھ کون تھا، کیا تھا، کتنا امیر تھا، کسی کو بھی اس میں دلچسپی نہیں ہے۔ وہ اپنی تمام دولت، قسمت اور تکبر کے ساتھ تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا گیا۔ یہ واقعہ کوئی سینکڑوں برس پہلے کا نہیں ہے۔ بلکہ صرف اور صرف چند برس پہلے کا ہے۔ تقسیم ہند سے تھوڑا سا پہلے کا۔

بیسویں صدی میں دنیا کے مہنگے ترین جوتے بنانے والے کا نام سیلوٹور فریگامو (Salvatore Ferragamo) تھا۔ اٹلی میں مقیم یہ شخص اس درجہ قیمتی جوتے بناتا تھا کہ عام آدمی اسکے کارخانے اور شوروم کے سامنے سے گزرتک نہیں سکتا تھا۔ اندر ادیوی، بہار میں واقع ایک ریاست کی رانی تھی۔ اسکے عجیب و غریب شوق تھے۔ ایک شوق جو مثبت تھا کہ وہ برصغیر کی پہلی عورت تھی، جس نے یوگا سیکھی

اور بعد میں شاہی خاندان کو سکھاتی رہی۔ اندرادیوی سے پہلے یوگا کے اُستاد صرف مرد ہوتے تھے۔ مگر رانی کا دوسرا شوق بہت ہی عجیب تھا۔ اسے انتہائی قیمتی جوتے پہننے کا جنون تھا۔ پورے برصغیر میں اسکے ذوق کی تسکین کے حوالے سے کوئی بھی کاریگر نہیں تھا۔ رانی نے جب سیلوٹور کا نام سنا، تو فرمان جاری کیا کہ اسے شاہی مہمان بنا کر بہار بلوایا جائے۔ اٹلی سے فریگ گا مو اپنا ساز و سامان لیکر بہار آ گیا۔ وہاں رانی نے اسے ایسے جوتے بنانے کی فرمائش کی جو دنیا میں کسی عورت کے پاس نہ ہوں۔ یہ چیلنج بہت بڑا تھا۔ کیونکہ فریگ پوری دنیا کی اشرافیہ کے جوتے بناتا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا کرے۔ ایک دم ذہن میں خیال آیا کہ آج تک پورے کرہ ارض پر کسی عورت نے اپنے جوتوں میں ہیرے جواہرات نہیں لگوائے۔ اندرادیوی نے اسکی بات مان کر ایسے جوتے بنوانے شروع کر دیے جن پر قیمتی ترین ہیرے، سونا اور نایاب پتھر لگے ہوئے تھے۔ اندازہ کیجئے، کہ اندرادیوی نے کوئی دس بارہ جوڑے نہیں بنوائے۔ بلکہ چھ سو جوتوں کے جوڑے بنوا ڈالے۔ پوری دنیا میں اتنے بیش قیمت جوتے کسی شہزادی، ملکہ یا رانی کے پاس نہیں تھے۔ حتیٰ کہ ملکہ برطانیہ بھی اتنے قیمتی جوتے بنوانے کے متعلق تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ صرف اور صرف ستر برس پہلے کا واقعہ ہے۔ آج اندرادیوی کے جوتے کدھر ہیں۔ وہ نادر ہیرے جواہرات چوری ہو گئے یا کسی عجائب گھر میں ہیں۔ کوئی نہیں جانتا۔ اندر کی لاش کو جلا کر راکھ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ مہارانی کا نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔

شروع میں جو دیگر نام درج ہیں، وہ بھی راجہ، مہاراجہ اور بادشاہ تھے۔ مگر آج کی دنیا میں کوئی انہیں جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ذہن میں سوال ہوگا کہ تاریخی تناظر میں ان لوگوں کا ذکر کیوں کر رہا ہوں۔ اسکی کیا ضرورت ہے۔ صاحبان! اشد ضرورت ہے۔ آج ہمارے ملک میں دولت مند ترین اور طاقتور ترین دس پہلے خاندانوں کی فہرست بنائیے۔ تقریباً ہر ایک کی مرتب کردہ لسٹ میں شامل خاندان یکساں ہونگے۔ ان مقتدر خاندانوں اور برصغیر کے پرانے راجے، مہاراجوں میں رتی بھر کا فرق نہیں۔ انکی بیگمات اور بچوں کا مقابلہ اگر اندرادیوی سے کیا جائے، تو شاید خود نمائی اور شوقین مزاجی میں یہ بہار کی اس اندر رانی سے ہزاروں قدم آگے ہوں۔ ہمارے مقتدر خاندان بھی بیش قیمت ترین گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ سفر کے لیے عام آدمی کے تصور سے باہر ذاتی ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ سینکڑوں ملازمین، مصاحبین کے ہجوم میں سانس لیتے ہیں۔ انکے محلات کے ہاتھ روم کروڑوں روپے کے بنے ہوئے ہیں۔ پوری دنیا میں انکے خزانے اور شاہی قلعے موجود ہیں۔ درباری انکی عقل اور دانش کے گیت گاتے ہیں۔ سردھنتے ہیں۔ مگر ہمارے مقتدر خاندان یہ بھول گئے ہیں کہ یہ چند سالوں بعد اسی بے نام تابوت میں گڑے ہونگے، جس میں وہ بادشاہ موجود ہے۔ جسکی ریاست کا کچرہ، رولز راس اٹھاتی تھی۔ انکی خواتین بھی بھولی ہوئی ہیں کہ اندرادیوی کے ہیروں والے جوتے نہ رہے، تو انکے زیورات اور جواہر بھی برباد ہو جائینگے۔ عوام کے پیسوں کو لوٹ کر یہ چند خاندان یہ بھی بھول گئے کہ بوبی اور جہاں آراء نام کے پالتو جانوروں کی شادی پر کروڑوں روپے خرچ کرنے والا نواب بھی گننامی کی مٹی اوڑھے سو رہا ہے۔ مگر ہمارے یہ چند ظالم خاندان یا زمینی خدا، کبھی بھی کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ پرانے بادشاہوں سے سبق سیکھنے کی بات چھوڑیے۔ بوبی اور جہاں آراء کے انجام کو ہی سامنے رکھ لیں۔ دونوں جانور، بادشاہ کے مرنے کے بعد سزا کے طور پر گاڑی سے کچل دیے گئے تھے۔ یہ ہوتی ہے نفرت! سمجھیے اور ہوش میں آئیے۔

راؤ منظر حیات